زکوٰۃ کا مصرف فی سبیل اللہ

قرآنِ حکیم میں مصارفِ زکوٰۃ سورۂ توبہ کی آیت 60 میں اس طرح بیان کیے گئے ہیں :

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ‌ ؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۶۰﴾

’’بے شک زکوٰۃ تو حق ہے فقراء، مساکین، زکوٰۃ کی تحصیل وتقسیم پر مامور کارکنان اور ایسے لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو اور غلاموں وکنیزوں کی آزادی کے لئے اور ایسے لوگوں کی مدد میں جن پر قرض یا تاوان کا بوجھ پڑ گیا ہو اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے۔فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور کمالِ حکمت والا ہے‘‘۔

ان مصارف میں سے ایک مصرف ہے ’’فی سبیل اللہ‘‘یعنی ’’اللہ کی راہ میں‘‘۔اس مصرف کو اِس آیت میں ایک منفرد انداز سے بیان کیا گیا ہے۔باقی مصارف کے لئے افراد کا ذکر ہے جبکہ اِس مصرف کے لئے ایک مشن کا ذکر ہے۔اِس مصرف کے حوالے سے اہلِ علم کی تین آراء ہیں یعنی اِس سے مراد ہے :

۱ - قتال فی سبیل اللہ

۲ - ہر وہ کوشش جس کا مقصد غلبۂ دین ہو

۳ - انسانی فلاح و بہبود کا ہر کام

برِعظیم پاک و ہند کے اکثر علمائے کرام پہلی رائے ہی کو صائب سمجھتے ہیں اور فی سبیل اللہ کے مصرف کے لئے دیگر دو آراء کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی کو درست قرار نہیں دیتے۔فقہائے احناف مزید زور دیتے ہیں کہ قتال فی سبیل اللہ کے مصرف میں بھی زکوٰۃ صرف ایسے غازی کو

دی جا سکتی ہے جو فقیر بھی ہو۔آیئے اِس حوالہ سے ہم قرآنِ حکیم ،احادیثِ نبوی ﷺ ، آثارِ صحابہؓ اور سلف صالحین کی آراء سے ملنے والی رہنمائی کا جائزہ لیتے ہیں :

قرآنِ حکیم سے رہنمائی :

قرآنِ حکیم میں انفاق کے حوالے سے فی سبیل اللہ کی اصطلاح مندرجہ بالا تینوں آراء کے لئے استعمال ہوئی ہے۔پہلی رائے یعنی قتال کے لئے فی سبیل اللہ کی اصطلاح آئی ہے سورہ ٔ بقرۃ آیت **195** میں ۔آیات **190** تا**194** میں قتال فی سبیل اللہ کے حوالے سے احکامات ہیں اور پھر اِس آیت میں فرمایا :

وَاَنۡفِقُوا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلاَ تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیکُمۡ اِلَی التَّهۡلُکَةِ

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔''

دوسری رائے کے حوالے سے یہ اصطلاح سورہ ٔ بقرۃ آیت **273** میں اُن لوگوں پر مال خرچ کرنے کے لئے آئی ہے جو علمِ دین کے سیکھنے اور سکھانے میں اِس طرح مصروف ہوں کہ اپنی معاش کے لئے بھاگ دوڑ نہ کر سکتے ہوں :

لِلۡفُقَرَاءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لاَ یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ

''اُن فقراء کے لئے خرچ کیا جائے جو اللہ کی راہ میں بندھ گئے ہیں اور زمین میں (اپنی گذر اوقات کے لئے) ہاتھ پاؤں نہیں مار سکتے۔''

تفسیرِ عثمانی میں اِس آیت کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی :

''یعنی ایسوں کو دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اُس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رُک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے۔اہلِ صفہ نے گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی علمِ دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو۔اِسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علمِ دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اُن کی مدد کریں۔چہرے سے اُن کو پہچاننا، اِس کا

مطلب یہ ہے کہ اُن کے چہرے زرد اور بدن دُبلے ہو رہے ہیں اور آثارِ جدوجہد اُن کی صورت سے نمودار ہیں''۔

سورہ ٔ بقرۃ آیت **261** میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح کئی مفسرین (جیسے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عبد الماجد دریابادی ،مولانا امین احسن اصلاحی وغیرہم) کے نزدیک تیسری رائے یعنی عام مصارفِ خیر میں مال خرچ کرنے کے لئے بیان ہوئی ہے :

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّئَۃُ حَبَّۃٍ

''اُن لوگوں کے خرچ کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے جو اُگائے سات بالیاں، ہر بالی میں ہوں سو دانے۔''

سورہ ٔ توبہ آیت 60 میں فی سبیل اللہ کا مفہوم :

یہ سمجھنے کے لئے کہ سورہ ٔ توبہ آیت **60** میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح کس مفہوم کے لئے آئی ہے نوٹ کیجئے کہ مجموعی طور پر قرآنِ حکیم میں ''اللہ کی راہ'' (سبیل اللّٰہ اور سبیلہٖ) کی اصطلاح **80** بار آئی ہے۔قتال کے ساتھ یہ اصطلاح **25** بار جبکہ **55** بار دیگر مفاہیم یعنی ہجرت، جہاد، انفاق، ایمان اور شریعت پر عمل کے ساتھ آئی ہے،لہٰذا اِس اصطلاح کو صرف قتال کے ساتھ مخصوص کرنا تین ہی صورتوں میں ممکن ہے :

i - سورہ ٔ توبہ میں آیت **60** کسی جنگ کے لئے خرچ کر دینے کی ترغیب کے سلسلہ میں آئی ہو۔

ii - سورہ ٔ توبہ میں سبیل اللہ کی اصطلاح صرف قتال کے ساتھ آئی ہو۔

iii - نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی ارشاد کے ذریعہ سورہ ٔ توبہ آیت **60** میں اِسے صرف قتال تک محدود کر دیا ہو۔

اب آیئے اِن تینوں نکات کے حوالے سے تجزیہ کرتے ہیں :

i - سورہ ٔ توبہ کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت **60** کسی جنگ کے لئے

خرچ کر دینے کی ترغیب کے سلسلہ میں نہیں آئی۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے 8 ہجری میں مشرکینِ مکہ کے خلاف قتال، 9 ہجری میں مشرکینِ عرب کے قتلِ عام اور 9 ہجری ہی میں غزوہ تبوک کے لئے نکلنے کے احکامات بیان فرمائے ہیں، لیکن آیت 50 تا آیت 80 میں منافقین کے طرزِ عمل کا بیان اور اُن کے ساتھ ایک کشاکش کا ذکر ہے۔ آیت 60 اِسی سیاق وسباق میں آئی ہے۔ منافقین مالِ غنیمت اور زکوٰۃ میں سے بغیر استحقاق کے حصہ مانگتے تھے، جواب میں زکوٰۃ کے مصارف بتا دیے گئے کہ زکوٰۃ تو صرف اِن مدات میں صرف کی جاسکتی ہے۔

ii - سورہ توبہ میں سبیل اللہ کی اصطلاح صرف قتال کے ساتھ نہیں آئی۔ سورہ توبہ میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح قتال کے ساتھ بھی آئی ہے اور جہاد کے ساتھ بھی۔ آیات 38 اور 111 میں یہ اصطلاح قتال کے ساتھ آئی ہے اور آیات 19، 20 اور 24 میں جہاد کے ساتھ۔ آیات 41 اور 81 میں بھی یہ اصطلاح جہاد کے ساتھ آئی ہے لیکن وہاں جہاد، قتال ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اِس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت 60 میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح صرف قتال کے لئے نہیں بلکہ جہاد کے لئے بھی ہے۔ قتال صرف ہاتھ اور ہتھیاروں سے ہوتا ہے جبکہ جہاد ہاتھ کے علاوہ زبان اور دل سے بھی ہوتا ہے۔ سورہ توبہ ہی میں جہاد اپنے وسیع مفہوم میں آیت 73 میں آیا ہے :

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ

''اے نبیؐ! جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں سے اور اُن پر سختی کیجئے۔''

اِس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہاں لفظِ جہاد، قتال یعنی جنگ کے معنی میں نہیں ہوسکتا کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے منافقین کے ساتھ کبھی قتال نہ فرمایا۔ یہاں لفظِ جہاد کشاکش کے معنی میں ہے یعنی اے نبی کفار اور منافقین کی سازشوں کا مقابلہ کیجئے اور اِن سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اِن کے خلاف

جدوجہد کیجئے۔

iii- نبی اکرم ﷺ کا کوئی ایک ارشاد بھی ہمیں ایسا نہیں ملتا جس میں آپ ﷺ نے سورۂ توبہ آیت **60** میں فی سبیل اللہ کے مفہوم کی وضاحت کی ہو۔

سورۂ توبہ میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح کا جہاد کے ساتھ آنا اور نبی اکرم ﷺ کا اِس اصطلاح کو صرف قتال کے لئے مخصوص نہ کرنا، اِس بات کی دلیل ہے کہ آیت **60** میں فی سبیل اللہ کا مفہوم محض قتال تک محدود نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کی ہر کوشش کے لئے ہے خواہ وہ ہاتھ سے ہو یا زبان سے ہو، ہتھیاروں سے ہو یا قلم سے۔ یہ بھی نوٹ کیجئے کہ اگر سورۂ توبہ کی آیت **60** میں فی سبیل اللہ کے مصرف سے مراد صرف اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی ہوتے تو آیت میں الفاظ یوں ہونے چاہیئے تھے ''لِلْمُقَاتِلِينَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه'' یعنی جب دیگر مصارف کے لئے افراد کا ذکر ہے تو اس مصرف کے لئے بھی ایسا کیا جا سکتا تھا لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔

احادیثِ مبارکہ سے رہنمائی :

قرآنِ حکیم کی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی فی سبیل اللہ کا وسیع مفہوم بیان کیا گیا ہے اور اِسے صرف قتال تک محدود نہیں کیا گیا۔ احادیثِ مبارکہ میں قتال کے علاوہ حج کرنے والوں، مسجدِ نبوی میں خیر کی نیت سے آنے والوں اور قرآنِ حکیم سیکھنے اور سکھانے والوں، علم دین کی طلب کرنے والوں اور رزقِ حلال کے ذریعہ اپنی، بوڑھے والدین اور ناتواں بچوں کی کفالت کرنے والوں کے لئے بھی سبیل اللہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ البتہ کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جو سورۂ توبہ کی آیت **60** کے حوالے سے فی سبیل اللہ کو خاص مفہوم کے لئے متعین کرے۔ اِس آیت میں فی سبیل اللہ کو صرف قتال تک محدود کرنے کے لئے دلیل کے طور پر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ :

''عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غنی کے لئے صدقہ جائز نہیں ہے

لیکن پانچ اشخاص کے لئے (اگر چہ وہ غنی ہوں) ایک تو غازی اللہ کے راستہ میں، دوسرے عاملِ زکوٰۃ، تیسرے قرض دار، چوتھے وہ غنی جو زکوٰۃ کو اپنے مال کے بدلہ خرید لے اور پانچواں وہ جس کا ہمسایہ ایک مسکین ہو اور وہ صدقہ میں ملنے والی کوئی چیز اِسے تحفہ کے طور پر بھیج دے"۔ (موطا امام ابنِ مالک، ابوداؤد)''

یہ حدیث سورۂ توبہ کی آیت **60** میں فی سبیل اللہ کی تشریح کے طور پر نہیں ہے۔ اِس روایت میں تو نبی اکرم ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کن صورتوں میں ایک غنی بھی زکوٰۃ سے استفادہ کر سکتا ہے۔ لہٰذا اِس حدیث کو فی سبیل اللہ کی وضاحت کے طور پر پیش کرنا درست نہیں۔ اِس حدیث سے تو غازی پر غنی ہونے کی صورت میں بھی جنگی مقاصد کے لئے زکوٰۃ صرف کرنے کا جواز تو ثابت ہوتا ہے لیکن یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف غازی پر خرچ کرنا ہے۔ حضرت عطا بن یسارؒ تابعی ہیں اور اُن سے مروی یہ حدیث مرسل ہے۔ ابو داؤد ہی میں ایک مرفوع حدیث بھی موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

''عطیہؒ نے روایت کی ابوسعیدؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ جائز نہیں ہے غنی کے لئے سوائے اِس کے کہ وہ اللہ کی راہ میں ہو یا مسافر ہو یا ایسے فقیر کا پڑوسی ہو جسے صدقہ دیا جائے اور وہ تحفہ کے طور پر دے یا دعوت کر دے۔''

اِس روایت میں غازی کا ذکر نہیں بلکہ صرف فی سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں۔ البتہ احناف سرے سے اِن احادیث کی صحت کے ہی قائل نہیں۔ اُن کے نزدیک عاملین علیھا کے علاوہ تمام مصارفِ زکوٰۃ میں ادائیگی کے لئے فقر شرطِ لازم ہے اور غنی کو کسی صورت میں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ حضرت عطا بن یسارؒ سے مروی حدیث کے بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیرِ مظہری جلد دوم، صفحہ **218** پر تحریر فرماتے ہیں کہ :

''میں کہتا ہوں اس حدیث کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے زید بن اسلم کے قول میں اختلاف ہے۔ ایک قول میں آیا ہے کہ زید بن اسلم نے عطاء کی روایت سے بیان کیا اور عطاء

نے مرسلاً (بغیر ذکر صحابیؓ کے) بیان کیا جیسا کہ امام مالکؒ نے موطاء میں لکھا ہے اور موطاء سے ابوداوٴد نے نقل کیا ہے۔ دوسرے قول میں آیا ہے کہ زید نے بروایت لیث بیان کیا ہے۔ تیسرے قول میں ہے کہ زید نے بروایت عطا اور عطا نے حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے بیان کیا۔ یہ تمام روایات ابوداوٴد میں مذکور ہیں۔

متن حدیث میں اضطراب کا ثبوت یہ ہے کہ عطاء کی مرسلاً روایت سے جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ تو اوپر ذکر کردی گئی ہے لیکن ابوداوٴد نے عمران بارقی کی وساطت سے عطاء کی روایت از ابوسعید خدریؓ ان الفاظ میں بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زکوٰۃ کسی غنی کے لئے حلال نہیں سوائے مجاہد فی سبیل اللہ کے یا مسافر کے یا اس غریب ہمسایہ کے ہدیہ کے جس کو زکوٰۃ کا مال ملا ہو اور وہ بطور ہدیہ تم کو دے دے یا تمہاری دعوت کردے''۔ ابن ہمام نے لکھا ہے بعض علماء کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں اور ثبوت بھی ہے تو حضرت معاذؓ والی حدیث کے برابر قوی نہیں اور اگر اس کی برابر قوی بھی مان لی جائے تب بھی حدیث معاذؓ قابلِ ترجیح ہے کیوں کہ وہ ممانعت کی حدیث ہے اور یہ اباحت کی (یعنی معاذؓ کی حدیث میں غنی کو زکوٰۃ کا مال دینے کی ممانعت ہے اور اس حدیث میں غنی کے بعض اقسام کو زکوٰۃ کا مال لینے کی اجازت ہے) اور حکم ممانعت حکم اباحت پر ترجیح رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اباحت کا حکم بھی تاویل کا محتاج ہے۔ مجاہد کو زکوٰۃ کا مال لینا اس وقت جائز کیا گیا ہے جب اس کا کچھ حصہ سرکاری رجسٹر یا مال گودام میں نہ ہو اور نہ اس نے فئے میں سے کچھ لیا ہو حالانکہ حدیث میں عموم ہے (مجاہد کے لئے جوازِ زکوٰۃ کی یہ شرط نہیں ہے) اور ظاہر ہے کہ جو حدیث محتاجِ تاویل ہو (اور شروط قیاسیہ کے ساتھ مشروط ہو) وہ اس حدیث کے مقابلہ میں ضعیف ہوتی ہے جو محتاجِ تاویل نہ ہو۔''

حضرت معاذ بن جبلؓ کی نسبت سے جس حدیث کا ذکر اوپر کیا گیا اُس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو نصیحت فرمائی کہ زکوٰۃ اُن کے اغنیاء سے لے کر فقراء میں تقسیم کردینا (بخاری)۔ یہ حدیث فی سبیل اللہ کے

مصرف کی بحث سے متعلق نہیں ہے۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد ہر علاقہ کے عامل کو ہدایت دی گئی کہ زکوٰۃ اغنیاء سے لے کر فقراء کو دے دی جائے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کے زکوٰۃ کے باقی مصارف ساقط ہو گئے۔ حکومت کا اولین ہدف تھا سماجی بہبود، لہٰذا زکوٰۃ کے مصرف فقراء کو ترجیح دی گئی۔ البتہ عوام اپنے اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ حسبِ ضرورت کسی اور مصرف میں خرچ کر سکتے تھے۔ یہ بات واضح ہو جائے گی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک واقعہ سے جو آگے بیان کیا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے ایک اور ارشاد کی بنیاد پر یہ دلیل دی گئی ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ نے خود مقرر فرما دیئے ہیں اور ان میں خود رسول اللہ ﷺ کو بھی تبدیلی کا اختیار نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد حسبِ ذیل ہے :

''ایک بار ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ دینے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے شخص اللہ نے زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی انسان کو بلکہ پیغمبر تک کو کوئی اختیار نہیں دیا بلکہ اِس کی تقسیم خود اپنے ہاتھ میں رکھی ہے اور اس کے آٹھ مصارف مقرر فرما دیے ہیں۔ اگر تم ان آٹھ میں ہو تو میں تمہیں زکوٰۃ دے سکتا ہوں۔'' (ابوداؤد)

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص پر جس نے زکوٰۃ طلب کی تھی، واضح فرمایا کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ نے طے کیے ہیں۔ اگر تم اِن میں سے کسی مصرف کے زمرے میں آتے ہو تو زکوٰۃ لے سکتے ہو ورنہ نہیں۔ اِس حدیث سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے یہی آٹھ مصارف ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے طے شدہ ہیں لیکن اِس کا یہ مفہوم نہیں کہ نبی اکرمؐ کو اِن مصارف کے حوالے سے کسی جزوی یا داخلی تحدید کا اختیار ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے خاندانِ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے سے منع فرما دیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے مؤلفۃ القلوب کے مصرف میں زکوٰۃ کی ادائیگی کو موقوف فرما دیا۔ پھر جن حضرات کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مصرف میں توسع ہے، وہ مصارفِ زکوٰۃ میں کوئی اضافہ نہیں کر رہے کہ اُن کے

رد میں مذکورہ بالا حدیث کو دلیل بنا کر پیش کیا جائے۔ حافظ نذیر احمد ہاشمی صاحب زیرِ بحث موضوع پر ایک تحریر میں لکھتے ہیں :

''فقہی کتابوں میں مصارفِ زکوٰۃ کے مباحث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام فقہاء نے کسی نہ کسی صورت میں تعلیل کی ہے۔ مثلاً ابن رشد کے بیان کے مطابق بعض حضرات نے عاملین پر قیاس کرتے ہوئے ان علماء اور قاضیوں کے لئے بھی زکوٰۃ کی اجازت دی ہے جو مسلمانوں کے امور اور مصالح عامہ میں مشغول ہوں۔ اِسی طرح حنفیہ میں سے صاحب ردّ المحتار نے ابن السبیل پر قیاس کر کے ان لوگوں کے لئے بھی زکوٰۃ لینے کی اجازت دی ہے جن کا مال گم ہو چکا ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں سے وہ وصول نہیں کر سکتے اگر چہ وہ اپنے شہر ہی میں کیوں نہ ہوں۔ یہ قیاسات صحیح ہیں یا غلط اس سے بحث نہیں' البتہ اِن سے کم از کم اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مصارفِ زکوٰۃ میں تعلیل کی اتنی گنجائش موجود ہے کہ اس کے حصر پر کوئی اثر پڑے بغیر مصارفِ ثمانیہ میں وسعت پیدا کی جا سکے''۔

(حکمتِ قرآن، مئی 2004)

آ ثارِ صحابہ کرامؓ سے رہنمائی :

- فی سبیل اللہ کے مصرف کو صحابہ کرامؓ بھی محض قتال تک محدود نہ سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

''عبدالرحمٰن بن ابی نعم (جن کی کنیت ابوالحکم ہے) بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر تھا، اسی دوران ایک خاتون حاضر ہوئیں اور حضرت ابنِ عمرؓ سے دریافت کیا: اے ابوعبدالرحمٰن میرے شوہر نے اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی وصیت کی تھی (میں اسے کہاں خرچ کروں؟) حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: اس کی وصیت کے مطابق وہ مال فی سبیل اللہ خرچ کرو، میں نے عرض کیا: اس خاتون کے سوال کا آپ نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: اے ابنِ ابی نعم تمہاری کیا رائے ہے، کیا میں خاتون کو یہ

حکم دوں کہ وہ مال ان فوجیوں کو دے جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور رہزنی کرتے ہیں، ابنِ ابی نعم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابنِ عمرؓ سے عرض کیا، پھر آپ عورت کو وہ مال کہاں خرچ کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: میں اسے حکم دیتا ہوں کہ یہ مال صالحین کی جماعت کو دے یعنی بیت اللہ کے حاجیوں کو، وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں، وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں، وہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں، شیطان کے وفد کی طرح نہیں ہیں (حضرت ابنِ عمرؓ نے یہ باتیں تین بار فرمائیں) میں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن شیطان کا وفد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جو لوگ ان امراء کے پاس جا کر چغلیاں کھاتے ہیں، مسلمانوں کی جھوٹی شکایتیں کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں انہیں انعامات اور عطیوں سے نوازا جاتا ہے۔'' (مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ، صفحات: **69-70**)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زمانہ میں دینِ اسلام غالب تھا اور اس کی توسیع کے لئے فی سبیل اللہ کی صورت قتال ہی تھی۔ لیکن آپؓ نے بوجوہ قتال کے بجائے حجاج کی اعانت کو ترجیح دی۔ گویا فی سبیل اللہ کے مصرف کو محض قتال تک محدود کرنا درست نہیں۔

سلف صالحین کی آراء سے رہنمائی:

ائمہ اربعہؒ کے نزدیک مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ سے مراد قتال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ علم مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کو قتال ہی تک محدود سمجھتے ہیں۔ البتہ ائمہ اربعہؒ کے بعد حالات میں حسبِ ذیل تغیرات واقع ہو چکے ہیں:

i- ائمہ اربعہؒ کے دور میں دینِ اسلام غالب تھا اور اس کی تصدیر کے لئے فی سبیل اللہ کی صورت قتال ہی تھی۔ اُس وقت کے حالات میں شدید ضرورت، عسکری جہاد پر زکوٰۃ صرف کرنے کی تھی۔ جب مسلمانوں کی اخلاقی حالت پست ہو گئی، وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہو کر زوال سے دوچار ہوئے اور دینِ اسلام مغلوب ہو گیا تو اب اولین اہمیت علمی و دعوتی جہاد کی ہو گئی تا کہ مسلمانوں میں توبہ اور تجدیدِ ایمان کی تحریک چلا کر انہیں پھر سے عمل اور

غلبہ ٔ دین کی جدوجہد کے لئے تیار کیا جاسکے، بقول جگر مرادآبادی :

مری طرف سے کوئی یہ کہہ دے، مجاہدِ بے خبر سے پہلے
صفائے قلب و نظر ہے لازم، جہادِ تیغ و تبر سے پہلے

ii- ائمہ ٔ اربعہؒ کے زمانہ میں نشر واشاعت کے ذرائع نہایت محدود تھے۔ دین کی دعوت وتبلیغ اور دینی لٹریچر کی نشر واشاعت وغیرہ کی جو صورتیں آج ابھر کر سامنے آرہی ہیں وہ اُس زمانہ میں نہیں تھیں۔ جدید ذرائع ابلاغ کی رسائی اب دنیا کے کونے کونے تک ہے اور اِن کے ذریعہ جس طرح منکرات، بے حیائی اور گمراہی پھیلائی جارہی ہے، ائمہ اربعہؒ کے دور میں اِس کا تصور بھی ناممکن تھا۔ اِس منفی تحریک کے مقابلہ کے لئے ویسی ہی شدت کی مثبت تحریک برپا کرنی ہوگی۔ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دنیا کے ہر گوشہ میں دین کی دعوت پہنچانا اور لوگوں پر حجت پوری کرنا آسان ہوگیا ہے، لہذا عسکری جہاد کے مقابلہ میں اِس تبلیغی جہاد کو مقدم کرنا ہوگا، بقول اکبرالہ آبادی :

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے

iii- ائمہ ٔ اربعہؒ کے دور میں غیروں کی طرف سے اسلامی عقائد وتعلیمات پر نظریاتی حملوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اب یہ حملہ بڑے زور شور سے جاری ہے۔ مسلمانوں کو اِن حملوں سے محفوظ کرنے اور غیروں پر اسلامی تعلیمات کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے فکری جہاد کو عسکری جہاد کے مقابلہ میں اولین اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

حالات کی مذکورہ بالا تبدیلیوں کے پیشِ نظر علماء نے مجتہدانہ بصیرت سے کام لیا اور فی سبیل اللہ کے مصرف میں توسع کی راہ اختیار کی۔ خاص طور پر جیسے ہی دین مغلوب ہوا اور حکومت کے بجائے پھر سے تحریک کا دور آگیا تو فی سبیل اللہ کے وسیع مصرف کی آراء بھی سلف صالحین کی طرف سے پیش کی جانے لگیں۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عالمِ دین مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب موضوعِ زیرِ بحث پر اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں :

''میرے مطالعہ وتحقیق کی حد تک فقہاء احناف میں فی سبیل اللہ کے مصداق میں تعمیم کرنے والے پہلے شخص ملک العلماء علاء الدین بن مسعود کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) ہیں۔ ملک العلماء کاسانی صاحب ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) کے معاصر ہیں۔علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے قول ''وفی سبیل اللہ'' سے مراد تمام امور خیر ہیں۔لہٰذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت اور امور خیر میں سعی کرے بہ شرطیکہ وہ شخص محتاج ہو۔''

کاسانی کے بعد دوسرے شخص صاحبِ فتاویٰ ظہیریہ ظہیرالدین ابوبکر محمد بن احمد (متوفی ۶۱۹ھ) ہیں، انہوں نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالبِ علموں کو قرار دیا۔ بعد کے فقہاء نے بر سبیل تذکرہ ان دونوں کی رائے بھی نقل کر دی لیکن ترجیح جمہور کے مسلک کو دی جاتی رہی۔''

(مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ، صفحات: **64-65**)

امام رازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ) نے شافعی مسلک کے فقیہ قفال کی رائے اپنی تفسیر میں لکھی ہے کہ:

''بعض فقہاء نے میّت کے کفن دفن اور قلعوں و مساجد کی تعمیر وغیرہ تمام مصارف خیر میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، کیوں کہ آیت میں مذکور ''وفی سبیل اللہ'' کے الفاظ عام ہونے کی بنا پر جمیع مصارف خیر کو شامل ہیں''۔ (مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر))

امام رازی نے بھی اسی قول کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جان لو کہ ''فی سبیل اللہ'' کے ظاہری الفاظ اس کے مفہوم کو غزاۃ تک محدود رکھنے سے اِباء کرتے ہیں''۔

جناب یوسف القرضاوی صاحب نے اپنی کتاب فقہ الزکوٰۃ جلد دوم میں اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لیکن قفال نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ فقہاء کون ہیں حالانکہ محققین کے نزدیک فقیہ مجتہد کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر رازیؒ نے بھی اس پر کوئی گرفت نہیں کی جس سے یہ محسوس ہوتا ہو کہ شاید امام رازیؒ بھی اِسی جانب جھکاؤ اور میلان رکھتے ہیں۔'' (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۱۳۶)

علامہ صنعانی نے لکھا ہے :

''اور غازی کے ساتھ اس شخص کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے جو مصالح مسلمین میں ہے مصلحت عامہ کا کوئی کام انجام دے رہا ہو' مثلاً قضاء' افتاء و تدریس' اگر چہ وہ غنی ہو۔ اور ابوعبیدہ نے ایسے شخص کو جو مصلحت عامہ کے کام میں مشغول ہو عاملین میں داخل کیا ہے اور بخاری نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے باب باندھا ہے: ''حاکم اور عاملین صدقات کا رزق'' اور رزق سے ان کی مراد وہ رزق (کفاف) ہے جو امام بیت المال سے اس شخص کو دیتا ہے جو مصالح مسلمین کے کاموں میں مشغول ہو' جیسے قضاء، افتاء اور تدریس۔ ایسا شخص اس مدت کے لئے جس میں وہ اس کام میں مشغول رہتا ہے' زکوٰۃ لے سکتا ہے اگر چہ وہ غنی ہو''۔

(سبل السلام)

شامی میں لکھا ہے :

''اور اس تعلیل سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ طلبۂ علوم دینیہ کے لئے باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے اگر اس نے اپنے آپ کو تعلیم و تعلّم کے لئے وقف کیا ہو' کیوں کہ اس صورت میں وہ اپنی ضروریات اور حاجات کے پورا کرنے کے لئے کسبِ مال سے عاجز ہوتا ہے''۔ (شامی' ابن عابدین)

فقہاء مالکیہ نے تو غنی طلباء کو بھی فی سبیل اللہ کی مد میں شامل رکھا اور وجہ یہ بتائی کہ وہ بھی مجاہدین ہیں۔ چنانچہ علامہ صاوی کا بیان ہے :

''علومِ (دینیہ) میں منہمک طلبہ کو اگر بیت المال سے وظیفہ نہ ملے تو اُن کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینی جائز ہے چاہے وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں' کیوں کہ وہ بھی مجاہدین کی صف میں شامل ہیں''۔

(حاشیہ صافی' علی تفسیر الجلالین)

امام طبریؒ فی سبیل اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :

''اس سے مراد اللہ کے دین کی تائید، اسلامی شریعت کی تأسیس پر صرف کرنا فی سبیل اللہ خرچ

کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ دشمنانِ اسلام سے جہاد اور قتال اور کفار سے جنگ اسی جد وجہد کا ایک حصہ ہے، کیونکہ کبھی اللہ کے دین کی تائید ونصرت کے لئے قتال اور جنگ کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے بلکہ بعض حالات میں یہی ایک ناگزیر طریقہ رہ جاتا ہے جس سے نصرتِ دین ہوسکتی ہے لیکن ایسے ادوار بھی آتے ہیں کہ جن میں نظریاتی جدّ وجہد، جنگی اور مادی جدّ وجہد سے کہیں زیادہ مؤثر، گہری اور عمیق ثابت ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے دور میں ہے۔''

(فقہ الزکوٰۃ جلد دوم صفحات ۱۵۳-۱۵۴)

علامہ ابن اثیرؒ (متوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ :

''سبیل اللہ کا لفظ عام ہے جو ہر اس عمل کو شامل ہے جس کا مقصود رضائے الٰہی ہو خواہ وہ عمل فرض ہو یا نفل یا مستحب اور مطلقاً اس لفظ کا اطلاق جہاد پر ہوتا ہے اور اس معنی میں یہ لفظ اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اس کا مفہوم جہاد ہی متصور ہونے لگا ہے۔''

(فقہ الزکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۱۲۵)

علامہ رشید رضا اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں :

''فی سبیل اللہ کا مصرف تمام شرعی مصالح عامہ کو شامل ہے جن پر دین اور حکومت کے معاملات کا مدار ہے۔ اول ومقدم جنگ کی تیاری ہے جس کے لئے ہتھیار' فوج کے لئے خوراک اور آلاتِ حمل ونقل خریدنا اور جنگ کرنے والوں کو سامانِ جنگ سے لیس کرنا ہے۔ موجودہ زمانہ میں فی سبیل اللہ کا اہم ترین مصرف یہ ہے کہ اسلام کے لئے داعی تیار کئے جائیں اور انہیں کفار کے ممالک میں منظّم جمعیتوں کی طرف سے بھیجا جائے اور وہ وافر مال سے اُن کی مدد کریں جس طرح کہ کفار اپنے دین کے پھیلانے کے لئے کرتے ہیں۔ اس میں علوم شرعیہ وغیرہ کے مدارس پر خرچ کرنا بھی شامل ہے جو مفادِ عامہ کے کام ہیں۔ اس حالت میں ان مدارس کے معلمین کو بھی اس میں سے دیا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے مقررہ فرائض انجام دیتے رہیں اور اس بناء پر کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے' البتہ مالدار عالم کو اُس کے

علم کی وجہ سے نہیں دیا جائے گا اگرچہ وہ اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچا رہا ہو"۔

(تفسیر المنار، سورۃ التوبہ آیت 60)

مصارفِ زکوٰۃ کے حوالے سے سب سے زیادہ انقلابی رائے شاہ ولی اللہ دھلویؒ کی ہے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں دی ہے :

"میں کہتا ہوں اس تقدیر پر اللہ پاک کے اس حکم "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ" میں حصر اضافی یعنی ان مصارف کی نسبت حصر ہے جن کو منافقین اپنی خواہش کے موافق زکوٰۃ کا مصرف بنانا چاہتے تھے جیسے کہ سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں رمز یہ ہے کہ حوائج بے شمار ہوا کرتے ہیں اور ان شہروں میں جن کے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں بیت المال کے اندر کوئی اور مال کثیر نہیں ہوتا لہٰذا اس میں وسعت دینا ضروری ہے تاکہ شہر کے حوائج کو وہ مال کافی ہو سکے واللہ اعلم۔"

شیخ محمود شلتوت کا فتویٰ ہے :

"دوسرا عام مصرف جو "فی سبیل اللہ" کے الفاظ میں بیان ہوا ہے، وہ اُن تمام مصالح پر مشتمل ہے جو دین اور حکومت کی اساس ہیں۔ اِن میں اول و مقدم جنگی تیاری کے کام ہیں، اپنے تمام لوازم کے ساتھ جن میں فوجی ہسپتال، ریلوے لائن بچھانا، پل اور اِس قسم کی دوسری چیزیں جن کو جنگی ماہرین ضروری خیال کرتے ہیں، شامل ہیں۔ اِس مصرف میں اسلام کے ایسے داعی تیار کرنا بھی شامل ہے جو اسلام کے حسن و جمال اور اس کی فیض بخشی کو نمایاں کر سکیں۔ اِسی طرح حفظ قرآن کی جو خدمت جماعتی یا انفرادی سطح پر انجام دی جا رہی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ نیز ایسے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنا بھی اس مدّ میں داخل ہے جہاں مسجدیں کافی نہ ہوں"۔ (الفتاویٰ لمحمود شلتوت صفحہ 119)

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تصنیف ارکانِ اسلام میں حقیقتِ زکوٰۃ کے ذیل میں لکھتے ہیں :

''قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام کام جو براہِ راست دین وملت کی حفاظت وتقویت کے لئے ہوں، سبیل اللہ کے کام ہیں اور چوں کہ حفظ وصیانتِ اُمت کا سب سے زیادہ ضروری کام دفاع ہے اس لئے زیادہ تر اطلاق اسی پر ہوا۔ پس اگر دفاع درپیش ہے اور امامِ وقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مدِّ زکوٰۃ سے مدد لی جائے تو اس میں خرچ کیا جائے گا ورنہ دین و امت کے عام مصالح میں مثلاً قرآن اور علومِ دینیہ کی ترویج واشاعت میں، مدارس کے اجراء و قیام میں، دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں، ہدایت وارشاد اور اُمت کے تمام مفید وسائل میں''۔ (ارکانِ اسلام صفحہ **304**)

حاشیہ میں مولانا مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ :

فقہامفسرین کا گروہ اسی طرف گیا ہے اور بعضوں نے تو اسے اس درجہ عام کردیا کہ مسجد، کنواں، پل اور تمام اس طرح کی تعمیرات جزئیہ بھی اس میں داخل کردیں۔ نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ :

''کہا گیا ہے کہ لفظ عام ہے اور اِسے کسی خاص نوع میں محدود کرنا جائز نہیں۔ اس میں مُردوں کی تکفین سے لے کر مسجدوں، فصیلوں اور قلعوں کے بنانے تک نیکی کی تمام چیزیں داخل ہیں۔'' (ارکانِ اسلام صفحہ **328**)

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے نزدیک ''فی سبیل اللہ'' کا مصرف کافی وسیع ہے۔ لکھتے ہیں :

''وفی سبیل اللہ'' ایک وسیع مفہوم ہے جو ہر قسم کے نیک کاموں کو شامل ہے اور حسبِ ضرورت کبھی اس سے مذہبی لڑائی، یا سفرحج، یا دوسرے نیک کام مراد لئے جاسکتے ہیں''۔

پھر اس پر درجِ ذیل نوٹ کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اکثر فقہاء نے فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد لیا ہے، مگر یہ تحدید صحیح نہیں معلوم ہوتی، ابھی آیت گزر چکی ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد بالاتفاق جہاد نہیں، بلکہ ہر نیکی اور دینی کام مراد ہے، اکثر فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ زکوٰۃ میں

تملیک ضروری ہے مگر ان کا استدلال، جو لِلْفُقَرَآءِ کے لامِ تملیک پر مبنی ہے، بہت کچھ مشتبہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ لامِ انتفاع ہو جیسے: ﴿خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾''۔

(سیرت النبیؐ)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی کتاب مسئلۂ تملیک میں لکھتے ہیں کہ :

''فی سبیل اللہ ایک وسیع مفہوم رکھنے والی اصطلاح ہے جس کے اندر نیکی اور بھلائی کے وہ سارے کام داخل ہیں جن کی طرف اللہ اور اس کے رسولؐ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ اِس کے مقابل اصطلاح فی سبیل الطاغوت ہے جس سے مراد وہ پورا نظامِ ضلالت ہے جو شیطان نے بچھا رکھا ہے۔ اس تقابل کی روشنی میں غور کیجئے تو یہ بات آپ سے آپ نکلتی ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد وہ پورا نظامِ ہدایت بحیثیتِ مجموعی بھی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور اِس کے الگ الگ اجزا بھی اِس سے مراد ہوسکتے ہیں۔ اگر بحیثیتِ مجموعی اِس پورے نظام کے قیام و بقا اور اِس کے استحکام پر صدقات وزکوٰۃ کی مد سے خرچ کیا جائے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر اِس کے کسی ایک ہی جز کی حفاظت وترقی پر اس کو صرف کیجئے جب بھی وہ فی سبیل اللہ ہے''۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ معارف الحدیث جلد چہارم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

''فی سبیل اللہ سے مراد اکثر علماء اور ائمہ کے نزدیک دین کی نصرت وحفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سلسلے کی ضروریات ہیں''۔ (معارف الحدیث جلد چہارم صفحہ **43**)

ڈاکٹر یوسف القرضاوی فی سبیل اللہ کے حوالے سے اِس تحریر کے آغاز میں بیان کی گئی تینوں آراء پر بحث کے بعد اپنی رائے یوں تحریر فرماتے ہیں :

''ان تمام دلائل کے پیش نظر میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ فی سبیل اللہ کا لفظ تمام مصالح اور قربات پر مشتمل نہیں ہے اور اس میں سے اس قدر وسعت نہیں ہے لیکن اس میں زیادہ تضیق (تنگی) بھی نہیں ہے کہ اس کو صرف جنگی مفہوم میں جہاد کے معنی میں محصور سمجھا جائے۔ جہاد تو

قلم سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی ،فکری بھی ہوتا ہے اور تربیتی بھی ، اجتماعی بھی اور اقتصادی بھی ، سیاسی بھی اور عسکری بھی اور جہاد کی اِن جملہ اقسام کے لئے امداد کی اور مال کی ضرورت ہے۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس کی شرطِ اساسی پوری ہو یعنی جہاد کے ہر نوع میں اسلام کی تائید اور اعلائے کلمۃ اللہ مقصود ہو، اس طرح کی ہر جدوجہد جہاد فی سبیل اللہ ہے خواہ اس کی کوئی بھی قسم ہو اور خواہ اِس میں ہتھیار استعمال کیے جائیں یا نہ کیے جائیں''۔

یوسف القرضاوی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں :

''اسلام میں جہاد تلوار سے جنگ تک محدود نہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا جہاد افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حق بات جو کسی ظالم سلطان کے سامنے کہی جائے۔ جہاد کی جو قسمیں ہم نے بیان کی ہیں وہ اگر منصوص طور پر جہاد کے حکم میں داخل نہ بھی ہوں تو قیاساً ان کو جہاد سے متعلق ماننا پڑے گا' کیوں کہ دونوں کا مقصود اسلام کی نصرت 'اِس کا دفاع' اِس کے دشمنوں کا مقابلہ اور اللہ کے کلمہ کو اِس کی زمین پر بلند کرنا ہے۔ بعض فقہاء نے عاملین میں اِن لوگوں کو بھی شامل کیا ہے جو مسلمانوں کے عام مفاد سے متعلق کوئی خدمت انجام دیں۔

اِس طرح سبیل اللہ کے مفہوم کے بارے میں ہم نے جو رائے قائم کی ہے وہ درحقیقت اپنے مدلول میں قدرے توسع کے ساتھ جمہور کی رائے ہی ہے۔

ہمارے نزدیک جہادِ اسلامی صرف مادی اور فوجی طریقہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اِس کا دائرہ وسیع ہے جس میں دوسرے طریقے بھی شامل ہیں اور شاید مسلمان آج اِس کے سب سے زیادہ ضرورت مند ہیں' لٰہذا اِس زمانہ میں مطلوب اِس کی مختلف صورتیں' ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے جن سرگرمیوں کی ضرورت ہے اس کی چند مثالیں ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔اِن کا شمار بجا طور پر فی سبیل اللہ میں کیا جا سکتا ہے۔

صحیح اسلام کو پیش کرنے کے لئے دعوتی مراکز قائم کرنا جن کے ذریعہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں

ادیان و مذاہب کی کشمکش کے درمیان غیر مسلموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جاسکے، یقیناً جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

اسلامی ممالک میں ایسے مراکز قائم کرنا بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہے جو مسلم نوجوانوں کی صحیح تربیت، اسلام کے اعتدال پسندانہ نقطۂ نظر کے مطابق ان کی رہنمائی، الحاد، فکری انحراف اور عملی بے راہ روی سے بچا کر اِنہیں اسلام کی حمایت و نصرت اور اِس کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کریں۔

اِسی طرح خالص اسلامی جریدے کا اجراء جو گمراہ صحافت کے درمیان اللہ کا کلمہ بلند کرنے ،حق بات کا اظہار کرنے ،اسلام پر عائد کئے جانے والے جھوٹے الزامات کی تردید کرنے ،شبہات کا ازالہ کرنے اور اسلام کو ہر قسم کی حاشیہ آرائی اور شائبوں سے پاک کر کے صحیح شکل میں پیش کرنے کی خدمت انجام دے بلاشبہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

ایسی دینی کتاب کی وسیع پیمانہ پر اشاعت جو بنیادی اہمیت کی حامل ہو اور جو اسلام کو یا اس کے کسی پہلو کو اس خوبی کے ساتھ پیش کرے کہ اس کے پوشیدہ جواہر پاروں سے پردہ اٹھ جائے، اِس کی تعلیمات کی خوبیاں نمایاں اور اِس کے حقائق بے نقاب ہوں، جہاد فی سبیل اللہ کے مترادف ہے۔

پختہ کار، امانت دار اور مخلص افراد کو فارغ کرنا تاکہ وہ دین کی خدمت کریں، اس کی روشنی کو چہار دانگ عالم میں پھیلائیں، اِس کے دشمنوں کی چالوں کو بے اثر کر کے رکھ دیں، فرزندانِ اسلام میں بیداری پیدا کریں اور عیسائی مشن، الحاد اور اباحیت کے طوفان کا مقابلہ کریں منجملہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور دینِ حق کے داعیوں کی معاونت کرنا جن پر اسلام دشمن طاقتیں داخلی عناصر - مرتد اور سرکش افراد - کی مدد سے مسلط ہو جاتی ہیں اور اِنہیں طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دینے لگتی ہیں، ان کی معاونت کرنا تاکہ کفر اور سرکشی کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں، سراسر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ زکوٰۃ کے صرف ایسے کاموں کو اوّلین اہمیت دیں، کیوں کہ اسلام کے مددگار اللہ کے بعد فرزندانِ اسلام ہی ہیں اور خاص طور پر ایسے دَور میں جب کہ اسلام غربت سے دوچار ہے''۔ (فقہ الزکوٰۃ جلد دوم)

حافظ نذیر احمد ہاشمی صاحب زیرِ بحث موضوع پر تحریر کا اختتام اِس نتیجہ پر کرتے ہیں :

سابقہ دلائل اور متاخرین علماء کرام کی آراء کو سامنے رکھ کر فی سبیل اللہ کا مصداق ان تمام امور کو قرار دیا جاسکتا ہے جو دین کی دعوت، اس کی تدریس، اس کی نشر و اشاعت اور اس کی خدمت کے تعلق سے ملت کو درپیش ہیں۔ اس کے مفہوم کو عسکری جہاد تک محدود رکھنا صحیح نہ ہوگا۔

حافظ صاحب مزید لکھتے ہیں :

اب آیئے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی طرف جس سے جمہور فقہاء نے غزوہ اور جہاد مراد لیا ہے۔ اس کو بعینہٖ اسی صورتحال پر برقرار نہیں رکھ سکتے اور نہ وہ نوعیت، جو عہد نبوی میں تھی، فی نفسہٖ مطلوب ہے، بلکہ مقصد جہاد اعلاء کلمۃ اللہ اور نصرتِ دینِ اسلام ہے، لہٰذا اِس کے لئے جتنی شکلیں اور جتنے میدان مسلمانوں کو اختیار کرنے پڑیں وہ سب جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں اور یہ اس قدر بدیہی بات ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ آخر سوچنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہؓ کے زمانہ میں جو جنگیں تلوار، نیزے، گھوڑے، اونٹ، ہاتھی اور تیر کے ذریعے لڑی جاتی تھیں، اگر جہاد سے مراد صرف عسکری جنگ (بقول جمہور) ہی ہو تو کیا آج کے دَور میں مذکورہ بالا ہتھیار استعمال کر کے ہم جنگ لڑ سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں بلکہ آج کے دَور میں عسکری جنگ کے لئے جو جدید اسلحہ بنا ہے اُس ہی کو اختیار کر کے دشمن کے دانت کھٹے کیئے جاسکتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جنگ و جہاد کے لئے ہر دَور کے لحاظ سے ہتھیار اور میدان تبدیل کرنے پڑتے ہیں۔

آج کا دَور عسکری جہاد سے بڑھ کر فکری، اقتصادی اور سیاسی جہاد کا ہے۔ جہاد تو آج بھی جاری ہے، مگر اس کی نوعیت بدل چکی ہے، اسی طرح میدان بھی نئے پیدا ہوگئے ہیں۔ اس لئے وہ

تمام حضرات مجاہدین فی سبیل اللہ میں داخل ہیں جو اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف کسی بھی اعتبار سے برسر پیکار ہوں، خواہ وہ فکری، سیاسی، اقتصادی کسی بھی طرح ان کا مقابلہ اور اسلام کی جانب سے دفاع کر رہے ہوں۔ (حکمتِ قرآن، مئی 2004)

مذکورہ بالا آراء سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے بارے میں اِس رائے پر اجماعِ امت نہیں کہ اِس سے مراد صرف قتال ہے بلکہ اہلِ علم کی ایک قابلِ ذکر تعداد ہے جو اِس مصرف میں توسع کے حق میں ہے۔

دورِ حاضر کی صورتِ حال:

دورِ حاضر اسلام اور مسلمانوں کی کیفیت کا عالم یہ ہے کہ بقول اقبال:

اے بادِ صبا کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضہ سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

آج دنیا میں کہیں بھی اسلام غالب نہیں بلکہ دشمنانِ اسلام اس قدر جری ہو چکے ہیں کہ وہ کھلم کھلا اسلامی عقائد و شعائر کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں اور بہت سے نام نہاد مسلمان بھی روشن خیالی اور اعتدال کے نام پر اسلامی تعلیمات کو مسخ کر رہے ہیں۔ یہ تخریبی کوششیں بڑے منظّم انداز سے کی جا رہی ہیں اور ان کے لئے بڑی بڑی رقوم، تمام اسباب و ذرائع اور حکومتی اختیارات کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی تمام صورتوں کو بروئے کار لا کر بڑی تیزی کے ساتھ ذہنوں کو اسلام کی اصل تعلیمات سے برگشتہ کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف امتِ مسلمہ کی جانوں، املاک اور عزت کو انتہائی بربریت سے پامال کیا جا رہا ہے۔

عالمِ اسلام پر اہلِ مغرب نے سیاسی غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کی فکر کو مسخ کرنے کے لئے گمراہ کن نظامِ تعلیم نافذ کیا۔ اُن کا بنایا ہوا یہ نظام آج بھی جاری و ساری ہے اور اسے ہر طرح سے حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ دوسری طرف ایسے مدارس و ادارے بے سروسامانی اور اسباب و وسائل کی قلت کا شکار ہیں جو مسلمانوں میں ایمانِ حقیقی، صحیح اسلامی

فکراور جذبہ ٔ جہاد کی آبیاری کرنا چاہتے ہیں۔ایسے میں فی سبیل اللہ کی مد کے حوالے سے علماء کرام کو اپنی آراء پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔جس دَور میں ائمہ ٔ اربعہ نے اپنی آراء دیں ، وہ مسلمانوں کے غلبہ کا دَور تھا اور مدارسِ اسلامیہ کی سر پرستی حکومتیں کرتی تھیں۔موجودہ دور میں مدارسِ اسلامیہ کے لئے اپنے اخراجات پورے کرنا مشکل ہو گئے۔مدارس اسلامیہ اب زکوٰۃ کے ذریعے اپنے اخراجات پورے کررہے ہیں لیکن اس کے لئے ان کو حیلہ کرنا پڑتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ بدلے ہوئے حالات کی وجہ سے اجتہاد کیا جائے اور فی سبیل اللہ کے حوالے سے دوسری رائے کو اختیار کر کے دینی مدارس اور احیائی تحریکوں کے کام کو زکوٰۃ کے ذریعے تقویت دی جائے۔اسلام دشمنی کے لئے منظّم انداز سے بے پناہ وسائل استعمال کیے جارہے ہیں۔اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں بھی اسی شدت کے ساتھ جوابی تحریک برپا کرنی ہوگی اور زیادہ سے زیادہ وسائل بروئے کار لانے ہوں گے۔

فی سبیل اللہ کے مصرف کے تعین کے حوالے سے اجتہاد کی ضرورت برعظیم کے جید علماء بھی محسوس کرتے رہے ہیں۔مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے ایک سائل نے سوال پوچھا:

عاملین کے متعلق تو فقہا نے لکھ دیا ہے کہ ان کو بقدرِ عمل لے لینا جائز ہے،کیا مدرسین کی تنخواہیں اس زکوٰۃ کے مال سے کسی جزئیہ کے تحت دی جا سکتی ہیں؟اگر کوئی ایسا جزئیہ نکل آوے تو مدرسہ چلنے کی صورت آسان ہو جاتی ہے۔نیز کیا شافعیہ،مالکیہ،حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں روپیہ زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب میں مفتی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

’’چوں کہ حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بلاعوض ضروری ہے اور اس اصل سے سوائے عاملین کے اور کوئی مستثنیٰ نہیں اس لئے حنفی اصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوٰۃ سے نہیں دی جاسکتی۔البتہ دیگر ائمہؒ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے اور اُمورِ خیر میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں،اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں

زکوٰۃ کے روپے سے ادا کردی جائیں۔اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کی وجود و بقاء اسلامی عربی مدارس پر موقوف ہے، ان مدارس کی زندگی کا مدار آج کل زکوٰۃ پر ہی رہ گیا ہے۔معاملہ اہم ہے مگر اس کا فیصلہ حنفیہ کے علماء متدین و موقعہ شناس اجتماعی رائے سے کر سکتے ہیں۔''

(مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ صفحہ ۱۶۲)

اندازہ کی جا سکتا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے معروف عالمِ دین بھی دینی مدارس کے لئے متدین و موقعہ شناس علمائے کرام کو اجتہاد کی دعوت دے رہے ہیں ۔

سعودی عرب کے علماء کا اجتہاد :

سعودی عرب کے علماء اِس سلسلہ میں اجتہاد کر چکے ہیں۔رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی **المجمع الفقه الاسلامی** نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۸/ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹/جنوری ۱۹۸۵ء میں جو شیخ عبدالعزیز بن باز کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، فی سبیل اللہ کے مصرف کے بارے میں درجِ ذیل قرارداد منظور کی :

(۱) اس بات کے پیشِ نظر کہ دوسرے قول (فی سبیل اللہ کے مصرف کی وسعت) کا قائل علمائے مسلمین کا ایک گروہ ہے اور اس کی تائید بعض آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے، مثلاً **الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی** (جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس خرچ کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ دل آزاری کرتے ہیں ......سورۂ بقرہ:۲۶۲) نیز بعض احادیثِ شریفہ سے بھی ہوتی ہے مثال کے طور پر ابوداؤد کی یہ روایت کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی اللہ کی راہ میں دے دی اور اس کی بیوی حج کرنا چاہتی تھی تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا اس پر سواری کرو کیوں کہ حج فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

(۲) اور اس بات کے پیشِ نظر کہ مسلح جہاد سے مقصود اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ جہاں قتال کے ذریعہ بلند ہوتا ہے وہاں دعوت الی اللہ اور اشاعتِ دین کے ذریعہ بھی

ہوتا ہے جس کے لئے داعیوں کو تیار کرنے اور ان کی امداد واعانت کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔ لہٰذا دونوں ہی باتیں جہاد میں شامل ہیں، چنانچہ امام احمد اور نسائی کی روایت ہے اور اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم و السنتکم** (مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ)۔

(۳) اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسلام پر ملحدوں، یہود، نصاریٰ اور تمام دشمنانِ اسلام کی طرف سے کئے جانے والے فکری اور اعتقادی حملوں کا مقابلہ کرنا ہے اور اُن کو ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو اُن کی مادی اور معنوی مدد کرتے ہیں اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ویسے ہی ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کریں جن کے ذریعہ وہ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کاری ضرب لگانے والے اسلحہ سے۔

(۴) اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ممالک اسلامیہ میں جنگی معاملات کے لئے خاص وزارتیں تشکیل دی جاتی ہیں اور اس کے لئے ہر حکومت کے بجٹ میں مالی دفعات ہوتی ہیں برخلاف دعوتی جہاد کے کہ اس کے لئے اکثر ممالک کے بجٹ میں امداد واعانت کے لئے کوئی رقم تجویز نہیں کی جاتی۔

اِن تمام وجوہ سے یہ مجلس مطلق کثرتِ رائے سے طے کرتی ہے کہ دعوت الی اللہ اور جو چیزیں اِس میں معاون ہوں اور جو کام اس کو تقویت پہنچانے والے ہوں وہ سب آیتِ کریمہ میں مذکور ''فی سبیل اللہ'' کے معنی میں داخل ہیں۔'' (مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ، صفحات: **203-206**)

ایک اہم سوال:

قرآنِ حکیم میں اجماعِ امت کے حجت ہونے کے لئے دلیل سورۃ النساء کی آیت **115** ہے۔ اِس آیت کی رُو سے جو شخص اجماعِ امت سے مختلف رائے کا حامل ہو، اُس کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی بھی مستند عالمِ دین یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ زکوٰۃ

کے حوالے سے ''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم کو قتال فی سبیل اللہ تک محدود کرنے پر امت کا اجماع اِس درجے کا ہے کہ اس پر سورۃ النساء کی آیت **115** کا اطلاق ہوتا ہو اور مذکورہ بالا وہ تمام اکابرِ اُمت جو ''فی سبیل اللہ'' کے مصرف میں اجماع کے برخلاف توسع کی رائے رکھتے ہیں، اِس آیت کی رُو سے جہنمی ہیں؟

حاصلِ بحث:

سورہ ٔ توبہ میں فی سبیل اللہ کی اصطلاح کا قتال کے ساتھ ساتھ جہاد کے لئے بھی آنا، کسی حدیثِ نبوی ﷺ کا فی سبیل اللہ کی اصطلاح کو صرف قتال کے لئے مخصوص نہ کرنا، صحابہ ٔ کرامؓ کا اِس اصطلاح کو صرف قتال کے لئے مخصوص نہ سمجھنا، سلف صالحین میں سے جلیل القدر اصحابِ علم کا اِس اصطلاح میں توسع کا موقف اختیار کرنا اور **المجمع الفقہ الاسلامی مکہ** کے اجتہاد کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ :

'' زکوٰۃ کے مصرف ''فی سبیل اللہ'' کا مصداق اُن تمام اُمور کو قرار دیا جاسکتا ہے جو دین کی دعوت، اُس کی تدریس، اُس کی نشر واشاعت اور اُس کے غلبہ سے متعلق ہیں۔''

چند اشکالات کا جواب

1- ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا یہ مؤقف رہا ہے کہ میں فقہی معاملات میں ائمہ ٔ اربعہ ہی میں سے کسی کی رائے پر عمل کا پابند رہوں گا۔ مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے حوالے سے ائمہ ٔ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اِس سے مراد قتال ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس رائے کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ڈاکٹر صاحب ذاتی اعتبار سے خود کو ائمہ ٔ اربعہ کی آراء کے دائرے تک محدود رکھنے کا مؤقف رکھتے ہیں البتہ تنظیم اسلامی کی پالیسی یہ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر سلفی مسلک رکھنے والے حضرات وخواتین تنظیم میں شامل نہ ہوتے۔ مزید یہ کہ ڈاکٹر

صاحب کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مفہوم کا معاملہ فقہی نوعیت کا نہیں بلکہ اس کا تعلق حکمتِ دین یعنی دین کے پورے اجتماعی نظام اور فی سبیل اللہ کے وسیع تصور سے ہے۔ روایتی مذہبی تصور فی سبیل اللہ کو محض قتال تک محدود کردیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فی سبیل اللہ کا جہاد کی اصطلاح کے حوالے سے ایک وسیع تصور طویل عرصہ سے عام کر رہے ہیں۔ اِس تصور کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ صرف تلوار سے نہیں بلکہ زبان اور قلم سے بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اِس معاملہ میں ڈاکٹر صاحب اُن اہلِ علم کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں جو فی سبیل اللہ میں غلبۂ دین کے لئے ہر کوشش کو شامل کرتے ہیں۔

2- یوسف القرضاوی صاحب کی بعض آراء سے تنظیم اسلامی کے ساتھیوں کو شدید اختلاف ہے۔ مثلاً اُن کی یہ رائے ہے کہ چہرے کا پردہ خواتین کے لئے لازم نہیں ہے۔ اب مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے بارے میں ہم یوسف صاحب کی رائے کو کیسے قبول کرسکتے ہیں؟

جواب: سو فیصد اتفاق کا معاملہ صرف نبی کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ غیر نبی معصوم نہیں ہوتا اور اُس سے خطا کا امکان ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم کسی مسئلہ میں ایک شخص کی رائے سے اختلاف اور دوسرے مسئلہ میں اس کی رائے سے اتفاق کرسکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے امام صاحب کی کئی آراء سے اختلاف کیا لیکن اِس کے باوجود وہ امام صاحب کی اکثر آراء سے اتفاق کرکے اُن پر عمل پیرا رہے۔ چہرے کے پردے کے قائل تو بہت سے حنفی فقہاء بھی نہیں ہیں۔

3- ہمیں عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہوئے فی سبیل اللہ کے مصرف میں زکوٰۃ نہیں خرچ کرنی چاہیئے۔

جواب: رخصت یا عزیمت کا معاملہ ایک فرد کی ذاتی زندگی سے متعلق ہے۔ فرد کو چاہیئے کہ قناعت کرتے ہوئے لذاتِ دنیوی سے کنارہ کش ہو اور زیادہ سے زیادہ وقت دین

کی خدمت کے لئے نکالے۔ تحریک کا اِس طرح کا معاملہ نہیں ہوتا۔ تحریک کو جائز ذرائع سے زیادہ سے زیادہ وسائل فراہم کر کے دین کی خدمت کے کام کو تیز سے تیز تر کرنا چاہیئے۔

4- اگر فی سبیل اللہ کے مصرف کا دائرہ قتال سے وسیع کر کے جہاد تک تسلیم کر لیا جائے تو پھر ایسا شخص بھی زکوٰۃ سے استفادہ کا مستحق ہو جائے گا جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کر رہا ہے۔

جواب: زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے حوالے سے اہلِ علم کی مختلف آراء ہیں۔ تنظیم اسلامی کا یہ مقام نہیں کہ وہ خود اجتہاد کر کے کسی رائے کو اختیار کرے۔ ہم نے تو اہلِ علم کی آراء سے میں سے اِس رائے کو درست سمجھ کر قبول کیا کہ فی سبیل اللہ سے مراد غلبۂ دین کی ہر سرگرمی ہے۔ آج تک کسی اہلِ علم نے یہ رائے نہیں دی کہ نفس کے خلاف جہاد کرنے والا بھی زکوٰۃ کا مستحق بن جاتا ہے۔ لہٰذا اِس حوالے سے کوئی اندیشہ محسوس کرنا درست نہیں ہے۔

5- زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے حوالے سے تنظیم اسلامی نے کیوں اجتہاد کیا۔ کیا ہمیں اس کا اختیار ہے؟

جواب: زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے حوالے سے تنظیم اسلامی نے کوئی اجتہاد نہیں کیا۔ اہلِ علم کی اس حوالے سے جو آراء تھیں، اُنہیں میں سے ہم نے ایک رائے کو قبول کر لیا۔ اس مسئلہ پر ماضی قریب میں اجتہاد رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی **المجمع الفقہ الاسلامی** میں شامل علماء نے کیا ہے اور ہمیں اِن کے اجتہاد سے اتفاق ہے۔

6- اسلاف میں سے جن اہلِ علم نے فی سبیل اللہ کے مصرف میں توسع تسلیم کیا ہے وہ ائمۂ اربعہ کے پائے کے ہیں یا مجتہد ہیں کہ ہم اُن کی رائے قبول کریں؟

جواب: فی سبیل اللہ کے وسیع مفہوم کی دلیل قرآنِ حکیم سے بھی ہے اور احادیث مبارکہ سے

بھی۔ائمہؒ اربعہ نے اگر اسے قتال تک محدود کیا تو اس کی وجہ یہ تھی اُن کے دَور میں فی سبیل اللہ کی یہی ایک صورت تھی۔ بعدازاں جب دین مغلوب ہوا اور ذرائع ابلاغ کی ترقی کی وجہ سے نظریاتی سطح پر دشمن کی طرف سے اسلامی تعلیمات پر شدید حملے شروع ہوئے تو اہلِ علم نے مجتہدانہ بصیرت سے فی سبیل اللہ کے وسیع مفہوم کو پیش کیا، جس کی دلیل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔کامل اتفاق قرآن وحدیث سے لازم ہے نہ کہ ائمہ اربعہ کی آراء سے۔ائمہؒ اربعہ کا تو اس پر اتفاق ہے کہ اُدھار بیع میں نقد بیع کے مقابلہ میں قیمت زیادہ کرنا جائز ہے لیکن ہر دور میں کئی علماء اُن اس رائے سے اختلاف کرتے رہے ہیں۔ بلاشبہ علاء الدین بن مسعود کاسانیؒ جنہیں ملک العلماء کا لقب دیا گیا، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور سعودی عرب کے مفتی عبداللہ بن بازؒ مجتہد کے منصب پر فائز ہیں۔

7- اگر فی سبیل اللہ کے مصرف میں وسعت کی گنجائش ہوتی تو برصغیر کے علماء بھی اِس حوالے سے اجتہاد کر لیتے کیوں کہ اِس سے انہیں مدارس کے اخراجات پورے کرنے میں آسانی ہوتی۔

جواب: برّصغیر کے علماء نے اِس سلسلہ میں اجتہاد اس لئے نہیں کیا کہ یہاں اسلام ایسے دور میں آیا جب کہ وہ اپنا دورِ سعید گزار چکا تھا اور فقہی اعتبار سے مسالک میں تقسیم کی وجہ سے امت کی وحدت ختم ہو چکی تھی۔بعض احتیاطوں کی وجہ سے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا اور رفتہ رفتہ تقلیدِ جامد پختہ سے پختہ ہوتی چلی گئی۔حیلوں کے ذریعہ مسائل کا حل نکالا گیا اور اجتہاد کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔مثال کے طور پر ایک شرعی حیلہ کے ذریعہ مدرسہ کے نادار طلباء کے لئے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے اور اُن سے تملیک کرا کے پھر مدرسہ کے حساب میں شامل کر لی جاتی ہے۔لہٰذا بغیر اجتہاد کے بھی مدارس کی جملہ ضروریات کے لئے زکوٰۃ استعمال کی جارہی ہے۔

8- ائمہؒ اربعہ نے فی سبیل اللہ کے مصرف کے حوالے سے جو رائے دی ہے وہ صرف اُس دَور کے حوالے سے نہ تھی۔ اُنہوں نے آئندہ کے حالات کو بھی ضرور مدِّ نظر رکھا ہوگا۔

جواب: ائمہؒ اربعہ نے اپنے دَور میں کئی معاملات پر آراء دیں لیکن بعد میں مختلف وجوہات کی بنیاد پر انہیں کے مقلدین نے آرء سے اختلاف کیا۔ فقہ میں کئی معاملات ایسے ہیں جہاں متقدمین اور متاخرین کی آراء میں اختلاف ہے۔ اگر ائمہؒ اربعہ کی آراء ہمیشہ کے لئے تھیں تو پھر فقہ کی کتابوں سے متاخرین کی اصطلاح ہی خارج کرنی پڑے گی۔ امام ابوحنیفہؒ نے مزارعت کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اُن کے شاگرد قاضی ابو یوسف ؒ نے حالات کی تبدیلی کی وجہ سے چند شرائط کے ساتھ مزارعت کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔

9- اگر زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے حوالے سے ائمہؒ اربعہ کی بات نہ مانی گئی تو پھر کئی معاملات میں نئی نئی آراء آنا شروع ہو جائیں گی اور فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

جواب: ائمہؒ اربعہ کی مصرفِ زکوٰۃ فی سبیل اللہ کی رائے سے اختلاف تو پچھلے آٹھ سو سال سے جاری ہے۔ غور کرنا چاہیئے کہ اس اختلاف کی وجہ سے اب تک کتنے فتنوں کا دروازہ کھلا ہے؟ اس طرح کے خدشات کا اظہار بے بنیاد ہے۔

10- فی سبیل اللہ کے مصرف کے حوالے سے حضرت عطا بن یسارؒ کی حدیث سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اِس مصرف سے مراد صرف جنگ کرنے والا غازی ہے۔ یہ حقیقت عبارۃ النص سے ثابت نہ بھی ہو تو دلالۃ النص سے تو ثابت ہے۔

جواب: حضرت عطا بن یسارؒ سے مروی حدیث سورۂ توبہ کی آیت **60** میں فی سبیل اللہ کی تشریح کے طور پر نہیں ہے بلکہ اِس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ کن صورتوں میں ایک غنی بھی زکوٰۃ سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اِس حدیث سے تو غازی پر غنی ہونے کی صورت میں بھی جنگی مقاصد کے لئے زکوٰۃ صرف کرنے کا جواز تو ثابت ہوتا ہے

لیکن یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف غازی پر خرچ کرنا ہے۔
حضرت عطا بن یسارؒ تابعی ہیں اور اُن سے مروی یہ حدیث مرسل ہے۔ ابوداؤد ہی میں ایک مرفوع حدیث بھی موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا تَحِلُّ الصَّدَقَۃُ لِغَنِیٍّ اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَوْ اِبْنِ السَّبِیْلِ أَوْ جَارٍ فَقِیْرٍ یُتَصَدَّقُ عَلَیْہِ فَیُھْدِی لَکَ أَوْ یَدْعُوْکَ.

''ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صدقہ جائز نہیں ہے غنی کے لئے سوائے اِس کے کہ وہ اللہ کی راہ میں ہو یا مسافر ہو یا ایسے فقیر کا پڑوسی ہو جسے صدقہ دیا جائے اور وہ تحفہ کے طور پر دے یا دعوت کر دے۔''

اِس روایت میں فی سبیل اللہ کے ساتھ غازی کا ذکر نہیں ہے۔ مرفوع حدیث کی موجودگی میں مرسل حدیث سے جواز ثابت کرنے کے لئے دلالۃ النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص کی اصطلاحات استعمال کرنا فقہی موشگافیوں کے ذیل میں آتا ہے۔

-11 اگر ہم زکوٰۃ کے پیسہ کو دینی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں تو ہم فقراء و مساکین کا حق مارتے ہیں اور ایسا کرنا حرام اور بہت بڑا منکر ہے۔

جواب: زکوٰۃ میں صرف فقراء و مساکین کا ہی حق نہیں بلکہ اِس میں دیگر مصارف بھی شامل ہیں۔ فی سبیل اللہ کے مصرف میں توسع کے قائل بڑے بڑے جید علماء ہیں جن میں ملک العلماء علاء الدین بن مسعود کاسانیؒ ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمدؒ، امام رازیؒ، امام صنعانیؒ، امام طبریؒ، علامہ ابن اثیرؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی **المجمع الفقہ الاسلامی** میں شامل علماء وغیرہم شامل ہیں۔ اب فی سبیل اللہ میں توسع کی رائے رکھنے والوں کو گناہِ کبیرہ کا مرتکب قرار دینا اور اُن کے لئے حرام کو جائز قرار دینے کا فتویٰ دینا بہت بڑی جسارت ہے۔

12- ہم نے اپنی سرگرمیوں کو کافی وسعت دے دی ہے۔لہذا اب اِن کے لئے مالی وسائل فراہم کرنے کے لئے زکوٰۃ استعمال کررہے ہیں۔

جواب: دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کے لئے زکوٰۃ کا استعمال تنظیم یا انجمن میں شروع ہی سے ہورہا ہے۔ہم نے کبھی بھی زکوٰۃ یا عطیات وصول کرنے کے لئے کوئی خصوصی مہم نہیں چلائی جیسا کہ عام طور پر مدارس، دینی اور فلاحی ادارے چلاتے ہیں۔ ہماری تحریک کے وابستگان جو بھی عطیات دیتے ہیں، اِسی کے مطابق ہم اپنے کام کو درجہ بدرجہ آگے بڑھارہے ہیں۔زکوٰۃ کے حوالے سے ہم نے کبھی بھی عوام الناس سے اپیل نہیں کی کہ ہمیں زکوٰۃ دیں تاکہ ہم خدمتِ دین کی جدوجہد کو تیز تر کرسکیں۔تنظیم میں تو واضح ہدایت دی جاتی ہے کہ رفقاء پہلے اپنے متعلقین میں سے مستحقین کو زکوٰۃ دیں اور اگر بچ جائے تو تنظیم کے بیت المال میں جمع کرادیں۔

13- اگرزکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کو وسیع کردیا جائے تو پھر سارے مصارف اِسی ذیل میں آجائیں گےاور باقی مصارف کا بیان غیرضروری محسوس ہوگا۔

جواب: اگرزکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ میں توسع کی رائے کو درست مانتے ہوئے اس مد میں دین کے داعی تیار کرنے، دینی جرائد- کتب- لٹریچر کی اشاعت، دینی کیسٹس، **CDs** کی تیاری اور اِسی طرح کے دیگر دعوتی وتبلیغی اُمور کو شامل کردیا جائے تو اِس سب کے باوجود فقراء، مساکین، مقروض، مسافر وغیرہ علیحدہ ہی رہیں گے۔لہٰذا یہ اعتراض درست نہیں کہ فی سبیل اللہ کے مصرف میں توسع سے باقی مصارف کا بیان غیرضروری ہوجائے گا۔پھر جوحضرات اس مصرف میں مزید توسع کرتے ہوئے اِس میں عام فلاح و بہبود کے کاموں کو بھی شامل کرتے ہیں، وہ بھی اس سے مراد اجتماعی فلاح و بہبود کے کام لیتے ہیں جیسے کوئی یتیم خانہ یا خیراتی ہسپتال یا تعلیمی ادارہ بنوادینا یا کنواں کھدوادینا وغیرہ۔اِس توسع سے بھی دیگر مصارف اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں۔